خادم حسین

لفظوں کی کھیتی باڑی

مغرب کے بعد میں خانقاہ ڈوگراں سے شیخوپورہ کے لئے روانہ ہوا۔ بس کے پیچھے شعر لکھا تھا۔

ان تیز ہواؤں میں کہاں جاؤ گے شہزاد
راتوں کو تو پاگل بھی نکلتے نہیں گھر سے

بس کے اندر فارسی کا یہ دعائیہ شعر تحریر تھا۔

الٰہی عاقبت محمود گرداں
بلائے بود را نابود گرداں

(الٰہی انجام بہ خیر ہو! آنے والی بلا کو نابود کر دے)

راستے میں ایک سواری نے کنڈکٹر سے کہا "مجھے بتی والے چوک شیخوپورہ اترنا ہے۔ کنڈکٹر نے کہا۔ بس بتی والے چوک نہیں جائے گی۔ ہم آپ کو ہسپتال اتار دیں گے۔ سواری نے کہا۔ کیوں نہیں جائیں گے؟ کنڈکٹر نے کہا۔ میں نے ہر سواری سے کہا ہے۔ بس ہسپتال تک جائے گی۔ میری طرف اشارہ کر کے کنڈکٹر نے کہا۔ یہ معزز آدمی بیٹھے ہیں۔ ان سے پوچھ لیں۔ میں نے انہیں بھی بتایا تھا کہ بس ہسپتال تک جائے گی۔ مسافروں میں سے ایک نے کہا۔ رہنے دے۔ او رہنے دے! ایسے ہی معزز آدمی اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں جو دن رات جھوٹ بولتے ہیں۔

بارش، بادل، دھند، کہر کے اندر سفر کر کے میں شیخوپورہ پہنچا کہ ایک عزیز کی شادی میں شرکت ضروری تھی۔ لڑکے والے کے گھر بے محابا چراغاں واپڈا والوں کا مذاق اڑا رہا تھا۔ لوڈشیڈنگ والوں کی ایسی تیسی کر رہا تھا۔ گھر سے نیچے اتر کر سلامی والے پنڈال کی طرف جاتے ہوئے دولہا کا والد، دولہا کے ساتھ جا رہا تھا۔ کہ ایک دم رک گیا۔ والد نے پوچھا۔ بیٹے کیا بات ہے۔ دولہا نے کہا "ابا جی! مووی بن رہی ہے۔ فوٹو کھینچے جا رہے ہیں۔" دو چار قدم کے بعد دولہا پھر رک گیا۔ والد نے ترشی سے کہا "دیر ہو رہی ہے۔ لوگ باہر انتظار کر رہے ہیں۔ لڑکی والوں کے گھر بھی پہنچنا ہے۔ گیارہ بجے لوڈشیڈنگ شروع ہو جائے گی۔ دولہا نے کہا۔ ابا جی! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ اگر تصویریں نہیں بنوانیں تو پھر مووی والوں کو ہزاروں روپے کس بات کے دیئے ہیں۔ والد نے جھنجھلا کے کہا۔ "بنواؤ بیٹا۔ تصویریں بنواؤ۔ لوگ جائیں بھاڑ میں! کہتے ہیں۔ ایک

دولہا نے تو نکاح خواں سے کہہ دیا تھا۔ ''مولوی صاحب! ذرا نکاح دوبارہ پڑھا دیں۔ مووی فلم صحیح نہیں بن سکی۔''

آخر کار بارات روانہ ہوئی۔ چلتے وقت اپنے گھر اور لڑکی والوں کے گھر قسم قسم کی آتش بازی کا مظاہرہ کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ آتش بازی والی پارٹی پندرہ ہزار روپے کے مشاہرے پر پنڈی بھٹیاں سے خصوصی طور پر بلائی گئی تھی۔

بہر کیف! مشاہدہ یہی ہے کہ امیر لوگ اپنی دولت کا سہارا لے کر غریبوں کی غربت اور بے بسی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ شو آف ویلتھ میں اتنے آگے بڑھ گئے ہیں۔ کہ سوائے تباہی کے کوئی صورت واپسی کی نظر نہیں آتی۔

حیا باختہ لونڈے لوارے مووی بناتے رہے مگر مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی مووی فلم زیادہ بنائی جا رہی تھی۔ سونے چاندی سے لدی پھندی۔ بے حیائی کے لباس میں ڈوبی ہوئی۔ نیم برہنہ۔ اکثر عورتوں کے گلے ننگے تھے۔ صرف گلے کے ہار اور پینڈل وغیرہ کی نمائش کے لئے۔ برقعے اور دوپٹے کی بجائے۔ جھلمل کرتے گوٹے کناری سے بھرے ہوئے شراروں اور غراروں کا ایک جمعہ بازار لگا ہوا تھا۔ شاید ایسی ہی عورتوں کو دیکھ کر حفیظ جالندھری نے کہا تھا:۔

''کیا مشرقی عورت ہے تو
ہر گز نہیں ہر گز نہیں
تیری ہنسی بے باک ہے
تیری نگاہ چالاک ہے
قسمت کی ہیٹی ہے تو
شیطان کی بیٹی ہے تو
ہٹ سامنے سے دور ہو
مردود ہو مقہور ہو!''

مووی والے کرسیوں پر چڑھ چڑھ کر بلندی سے ان فہمیدہ ریاضوں، بشریٰ انصاریوں، عاصمہ جہانگیروں، ناہید کشوروں، عالیہ رشیدوں، حمیرا چنوں اور مہتاب راشدیوں کے بھڑکیلے اور ننگے پوز اپنے کیمرے میں محفوظ کر رہے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک وڈیو سنٹر والا شادی بیاہ، سالگرہ وغیرہ کے موقع پر وڈیو فلم تیار کرتا تھا۔ شدہ شدہ ایک دن اسے کیا سوجھی کہ اس نے مختلف گھرانوں کی عورتوں کی مووی سے بے شرمی و بے حیائی سے بھرپور مناظر اور برہنہ و نیم برہنہ شرم سے عاری تصاویر کو ترتیب دے کر ایک وڈیو فلم بنائی کہ شیطان بھی پناہ مانگے۔ فلم کا ٹائیٹل تھا ''گھریلو مجرا'' بلیو پرنٹ کی اٹھان۔ گٹار کلچر کے دلدادہ،

رات کے تاریک سناٹے کی پیداواراور نئی روشنی کے مال زادوں میں سے ایک نوجوان فلم لے کر گیا۔ دوستوں میں بیٹھ کر دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک مرحلے پر غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ جب فلم میں اس کی اپنی ماں بہن اور عزیز رشتہ دار عورتوں کے ناچ اور نیم برہنہ تصاویر اس کے سامنے آئیں تو بھنا کے رہ گیا۔ اٹھا اور وڈیو سنٹر کو آگ لگا دی۔

شادی سے فارغ ہو کر میں نے لاہور کے راستے ملتان کا رخ کیا۔ موسیٰ پاک ایکسپریس صبح سات بجے لاہور سے روانہ ہوئی۔ سفر کے دوران باتوں باتوں میں ایک ساتھی نے کہا۔ ''اب بتی والے چوک راوی روڈ لاہور پر ایسا کمپیوٹر نصب کر دیا گیا ہے۔ کہ اس روڈ سے جب بھی کوئی چوری شدہ گاڑی گذرے گی۔ کمپیوٹر فوراً اشارہ دے گا۔'' دوسرے مسافر نے کہا۔ ''کیا فائدہ جب تک اس کو چلانے والے صحیح نہیں ہوں گے۔ ہاں اس کمپیوٹر کے آنے سے رشوت کی بولی میں اضافہ ضرور ہو جائے گا''۔ تیسرے نے کہا۔ ''بالکل ٹھیک ہے۔ آپ اک جیب کترے کو پکڑ لیتے ہیں۔ کہ تھانے میں دے آئیں۔ پولیس بہت خوش ہوتی ہے کہ ایک اور آسامی ہاتھ آئی۔ اگر گن چلانے والا صحیح نہیں ہو گا۔ تو گن خریدنے اور نصب کرنے کا کیا فائدہ؟'' ایک ہم سفر نے کہا۔'' بھائی پولیس کا کیا قصور ہے۔ ان کی تنخواہ کتنی ہے۔ کیا کریں، کہاں جائیں، گزارہ نہیں ہوتا''

ایک ساتھی نے کہا۔ مہنگائی نے غریب آدمی کی کمر توڑ کے رکھ دی ہے۔ خالی تقریروں سے غریبوں کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ ملک میں بے روزگاری۔ فحاشی۔ غنڈہ گردی۔ مہنگائی اور غیر ملکی ثقافت کا دور دورہ ہے۔ صرف کراچی میں ایک ماہ میں ڈیڑھ سو شہری قتل ہو چکا ہے۔ اور حکومت کے کارندے ڈپٹی کمشنر سے لے کر صدر وزیراعظم تک شہریوں کے تحفظ میں ناکام ہو چکے ہیں۔ جمہور میلہ، ٹیبلو، میلہ مویشیاں، سالگرہ کے نام سے ملک کی چھٹی ہوئی کنجنیوں، چھنالوں، بیسواؤں، منتخب ڈوموں، میراثیوں اور بھڑووں نے ٹی وی پر آئے دن کے رقص و سرود سے اودھم مچا رکھا ہے۔ شیطان ننگا ناچ رہا ہے۔ قوم کی بہو بیٹیوں اور بیٹوں کو اخلاقی طور پر تباہ و برباد کیا جا رہا ہے۔ نئی نسل کو بائیں ہاتھ سے چائے پانی پینے کا سبق دیا جا رہا ہے۔ ننگا سر۔ برہنہ گریبانوں کی نمائش سے قوم کو آبرو باختہ بنایا جا رہا ہے۔ طارق عزیز سے لے کر فرہاد زیدی تک سب اس گندے ناٹک کے ذمہ دار ہیں۔ ڈراموں میں باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت کھلے عام ایسے لچر اور بے ہودہ مکالمے ادا کئے جاتے ہیں کہ بچوں میں بڑوں کی ذرا حیا نہیں رہی۔ ''اماں تیرا شوہر دیوانہ'' کیا نام ہے؟ صاف ظاہر ہے۔ کہ بیٹا یا بیٹی کے منہ سے یہ کہلوایا جا رہا ہے۔ کہ ہمارا باپ پاگل ہے۔ اولاد کے دل سے ماں باپ کے ادب کا جذبہ ختم کیا جا رہا ہے۔ فاروق قیصر ''انکل سرگم .... کی بے ادب کلاس میں ''ماسٹر تم بتاؤ نا!'' کے تکرار سے قوم کو کیا سکھایا جا رہا ہے؟ پچھلے دنوں سکول کے ایک استاد سے ملاقات

ہو گئی۔ پوچھا کیسے گذر رہی ہے۔ کہنے لگے کیا بتائیں۔ سکول ہال کے برآمدے میں کھڑا تھا۔ لڑکے گذرے میری طرف ایک اونچی آواز آئی۔ "ماسٹر تم بتاؤ نا!" ٹی وی کے ننگے پروگراموں نے بڑے چھوٹے، ماں باپ اور اولاد، استاد شاگرد کے درمیان جو ادب واحترام کا ہلکا سا ایک حجاب رہ گیا تھا۔ وہ بھی ختم کر دیا ہے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں، کہ عیسائی ڈاکٹر نہیں ایک عطائی ڈاکٹر کی آواز آئی۔ آج پاکستان کو بنے ہوئے ۴۷ سال ۵ مہینے ۵ دن ہو گئے ہیں۔ کئی حکومتیں ہمدرد بن کر آئیں۔ اور بے درد نکلیں۔ ہر ایک نے عوام کو دھوکا دیا مگر میں نے آج تک کسی سے دھوکہ نہیں کیا۔ پندرہ سال سے قبض اور ہیضے کی دوا بیچ رہا ہوں۔ کسی بھائی کو شکایت ہو، قے آتی ہو، یا متلی، صرف پانی سے میری گولی کھائیں۔ فوری آرام پائیں۔ میری دوا دودھ یا چائے سے کھانے کی ضرورت نہیں۔ کہ

پنج روپے دی دوا تے دس روپے دی چا
ایہو جئے حکیم نوں دیو پھا!

گاڑی میں میں نے ایک بابو سے پوچھا۔ کس کلاس میں پڑھتے ہو۔ اس نے کہا۔ تھرڈ ایئر۔ میں نے پوچھا۔ وٹ از کالرا؟ اس نے کہا۔ ہیضہ۔ میں نے کہا، ایگ، بنانا، میلن، واٹر میلن، اورنج، مینگو، کیرٹ، ملک، کرڈ، بریڈ، وٹ ایور یو ایٹ فرام ڈسے ٹو نائٹ، رن اوے، وٹ ول یو ڈو؟ کوئی جواب نہ آیا۔ برادرانِ اسلام! میری یہ پانچ روپے کی دوا بارہ آدمیوں کے لئے کافی ہے۔"

گاڑی آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ موسیٰ پاک ایکسپریس کا شکریہ کہ اس نے ہمیں وہ سٹیشن دکھائے۔ جو ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ کوٹ رادھا کشن۔ حبیب آباد۔ بھوئے آصل۔ اقبال نگر۔ شام کوٹ۔ ریاض آباد۔ صبح سات بجے لاہور سے روانہ ہونے والی گاڑی ملتان کینٹ ریلوے سٹیشن تین بج کر پچیس منٹ پر داخل ہو رہی تھی عین اسی وقت جس وقت اس گاڑی نے ملتان سے لاہور کے لئے واپس روانہ ہونا تھا۔ اور برابر والے ڈبے سے ایک بھکارن کی آواز آ رہی تھی۔

"دکھیاں دی بیڑی لیندی ہلارا
مشکل کشا سانوں تیرا سہارا!"

آئندہ شمارے میں
حضرت پیرجی عبدالعلیم شہیدؒ کی شخصیت پر تفصیلی مضامین
شاملِ اشاعت ہوں گے ——— (ادارہ)